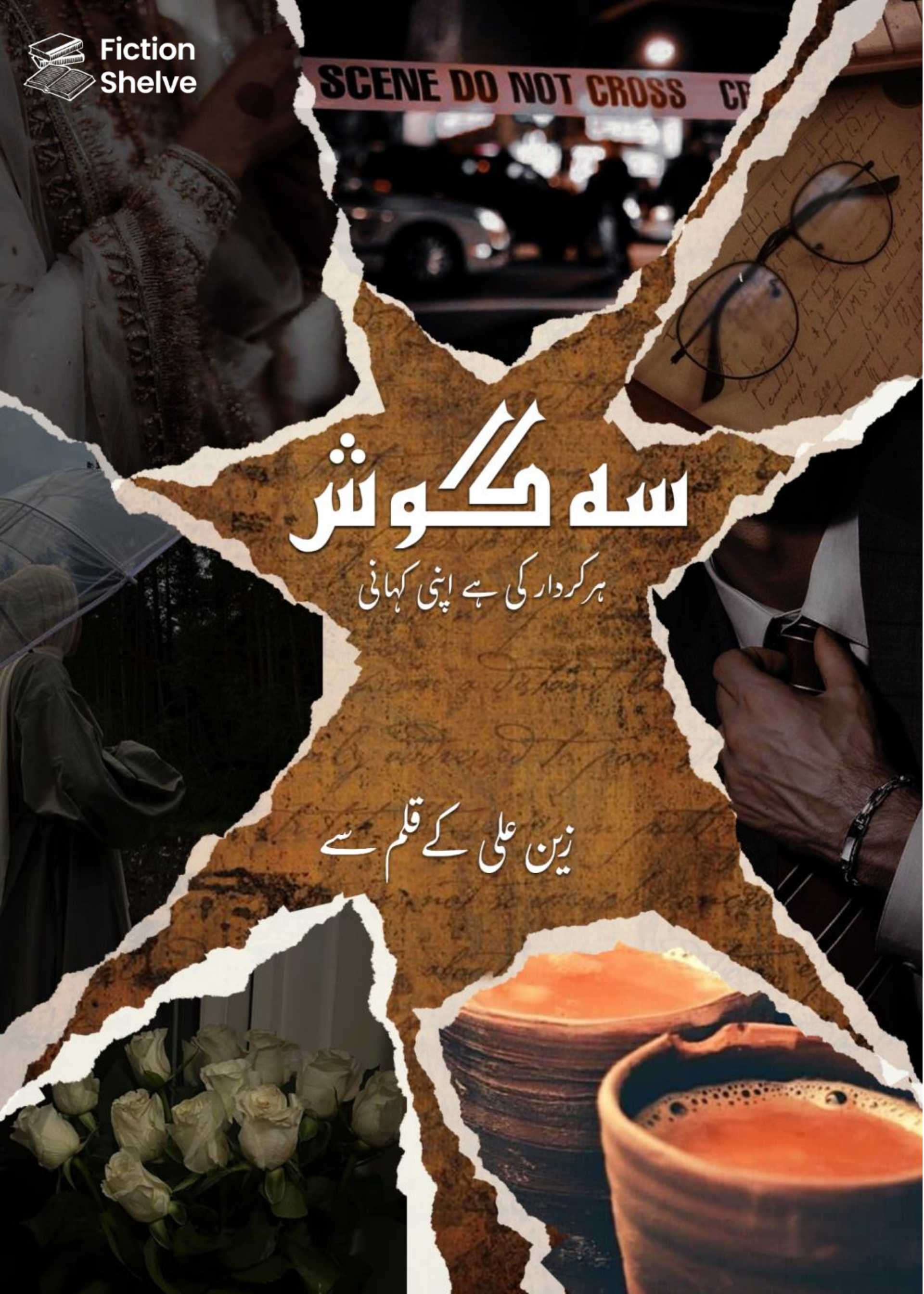
Fiction
Shelve
SCENE DO NOT CROSS
سہ گوش
ہر کردار کی ہے اپنی کہانی
زین علی کے قلم سے

سہ گوش از زین علی

قسط نمبر 06:

الجھن ایک کے بعد ایک آتی ہے

ایک راز کھلتا ہے تو کئی نئے بنتے ہیں

فلک، مٹیار گل اور دو دوسرے سپاہیوں کے ساتھ احسان کے کھیت میں پہنچا تھا۔

آسمان صاف تھا اور دھوپ لگی ہوئی تھی، چمکتی دھوپ۔

فلک کے چہرے پر سنجید گی تھی۔ آخر یہ کیس ختم ہونے والا تھا۔ وہ خوش تھا کہ رانی کے تیسرے قاتل کا سراغ لگ گیا ہے۔

آخر کار اسے اب انصاف ملنے والا تھا۔

"اوئے احسان ادھر آؤ۔" مٹیار نے آواز لگائی تھی۔

احسان نے ایک نظر درخت کے سائے تلے بیٹھے اپنے باپ کو دیکھا اور ہاتھ جھاڑتا

ہواانسپکٹر کے قریب چلا آیا۔

شفیق نے بھی اپنے بیٹے ہو دیکھا۔اس کے دماغ میں خطرے کی گھنٹی بجی تھی۔

''کیا ہوا جناب۔'' وہ فلک کے قریب چلا آیا تھا۔

''مٹیار گل ہتھکڑی لگاؤ اسے۔'' فلک نے سختی سے کہا۔

اس کے چہرے پر سنجیدگی تھی۔

فلک کے اتنا کہنے کی دیر تھی مٹیار گل نے فوراً اسے پکڑا اور ہتھکڑیاں لگانے لگا۔

''میں نے کیا کیا ہے۔۔۔ کیا ہوا ہے۔'' وہ خود کو چھڑوانے کی کوشش کرنے لگا۔

وہ جیسے تڑپنے لگا تھا۔

''صاب جی۔۔۔'' دور سے شفیق نے اسی طرف بھاگتے ہوئے آواز لگائی تھی۔

''کیا ہوا میرے پتر کو۔۔۔ کیوں پکڑ رہے ہو۔'' وہ فلک کے قریب پہنچ چکا تھا۔

اسکا سانس پھولا ہوا تھا۔

''رانی کے قاتل کو اور کیا پھولوں کے ہار پہناؤں میں۔'' جواب مٹیار گل نے دیا تھا۔اسکا لہجہ زہریلا تھا۔

"میں نے نہیں قتل کیا رانی کو۔ مجھے چھوڑو۔" احسان سر دائیں بائیں ہلا کر انکار کر رہا تھا۔ "میں اسے کیوں ماروں گا۔ میں نے نہیں مارا۔"

احسان کو دھوپ میں بھی کبھی اتنا پسینہ نہیں آتا تھا جتنا اب وہ پسینے میں بھیگ رہا تھا۔

"صاب جی اسے چھوڑ دو میرا بیٹا ایسا نہیں ہے۔" شفیق تڑپا تھا۔ "وہ بے قصور ہے، میرا بیٹا ایسا نہیں ہے۔"

شفیق بے چارگی سے اپنے بیٹے کو دیکھ رہا تھا۔

"جب چار دن مٹیار اسکی خدمت کرے گا تو سب خود ہی اگل دے گا یہ۔" فلک بولا۔ "چلو مٹیار۔"

احسان سارے راستے اپنی صفائیاں دیتا آیا تھا۔ فلک نے اسکی ایک نہ سنی۔

"اسکو حوالات میں ڈالو مٹیار گل۔" فلک نے اتنا کہا اور اپنے دفتر کی طرف بڑھ گیا۔

"صاب جی ایک بار بات سن لیں میری۔" یہ شفیق تھا۔

وہ بھی پیچھے پیچھے چلا آیا تھا۔

فلک نے مڑ کر ایک نظر اسے دیکھا۔

"میرے ساتھ آؤ۔"

شفیق اس کے پیچھے دفتر میں چلا آیا۔

"میرے بیٹے کو چھوڑ دو۔" شفیق نے ہاتھ جوڑ کر کہا۔

فلک پاور چیئر پر بیٹھ چکا تھا۔

"دیکھو شفیق تم مجھ سے بڑے ہو اس لئے عزت سے کہہ رہا ہوں کہ تم یہاں سے چلے جاؤ۔ تمہارا بیٹا قاتل ہے اور وہ بہت جلد مان بھی جائے گا۔"

"وہ ایسا نہیں ہے۔" شفیق نے نم لہجے میں کہا تھا۔

"وہ جیسا بھی ہے، وہ قاتل ہے۔ مٹیار گل اسکی خدمت کرے گا تو وہ خود ہی بیان دے گا اور قتل قبول کرے گا۔"

"میں جانتا ہوں قاتل کون ہے۔"

فلک کے پانی کے کولر کی طرف بڑھتے ہاتھ رکے۔

"کون ہے قاتل۔" فلک اس کی طرف مڑا۔

"وہ۔۔۔وہ۔۔۔میں بتاتا ہوں۔۔۔" اسکے ماتھے پر پسینہ چمک رہا تھا۔

فلک نے سوالیہ نظروں سے اسے دیکھا۔

★★★

"تو آپ کو جب ہوش آئی آپ اس کمرے میں تھیں اور وہ لڑکا مرا ہوا تھا۔"

"جی۔۔۔"شاہینہ گھبرائی ہوئی لگ رہی تھی۔

"تو۔۔۔"

"مجھے میرے منگیتر سے بات کرنی ہے۔"اس نے نظریں چراتے ہو کہا۔

"کون ہے وہ، نمبر دیں اسکا۔"پولیس والے نے جیب سے موبائل نکالتے ہوئے کہا۔

اس وقت وہ دونوں تفتیشی کمرے میں تھے۔

کمرے کے درمیان لوہے کی ایک میز اور آمنے سامنے دو کرسیاں تھیں۔ایک کرسی پر وردی پہنے پولیس والا بیٹھا ہوا تھا اور اسکی سامنے والی کرسی پر گندمی رنگت والی شاہینہ بیٹھی ہوئی تھی جس کے دونوں ہاتھ ہتھکڑی میں قید تھے۔

"فلک نامدار۔"شاہینہ نے سر اٹھا کر سامنے بیٹھے انسپکٹر کو دیکھا جس کے سینے پر لگی

نام والی پٹی پر اسکا نام لکھا ہوا تھا۔ ''شیر جان۔''

''فلک نامدار۔۔۔انسپکٹر فلک؟ جو چمن پور میں پوسٹیڈ ہے؟''

''جی وہی۔۔۔ میری ایک بار بات کروا دیں۔''شاہینہ نے جیسے منت کی تھی۔

''میں کرواتا ہوں بات۔ تھوڑا انتظار کریں۔''شیر جان کھڑا ہوا۔

وہ چھے فٹ چار انچ کا لمبا چوڑا جوان مرد تھا۔ جسم کثرتی تھا۔

اس نے ایک نظر شاہینہ کو دیکھا۔ شیر جان شاید فلک کو جانتا تھا۔اس لئے وہ سامنے بیٹھی لڑکی کو غور سے دیکھ رہا تھا۔

شاہینہ نے نظر اٹھا کر اسے دیکھا۔ وہ اسکے سامنے بیٹھی چھوٹی بچی لگ رہی تھی۔

وہ پانچ فٹ تین انچ قد کے ساتھ ہلکے پھلکے جسم کی مالک لڑکی تھی۔

شیر جان یہ دیکھ کر حیران ہوا تھا کہ یہ لڑکی اس ہٹے کٹے لڑکے کو قتل کیسے کر سکتی ہے۔ وہ لڑکا اچھا خاصا بد معاش قسم کا لگ رہا تھا جس کا بے جان جسم اس کمرے میں ملا تھا۔

شیر جان کمرے سے باہر نکل آیا۔

شاہینہ نے گہرا سانس لیا۔ وہ اس کھیل میں پھنس چکی تھی۔

★★★

”علی مجھے ضروری کام سے کہیں جانا ہے تم میری ایک فائل بنا دو گے۔ ویسے بھی ویک اینڈ پر تم فری ہی ہوتے ہو۔“

کاشف علی کے ہاسٹل آیا ہوا تھا۔

”ہاں مجھے سمجھا دو میں بنا دوں گا۔“ علی نے ایک نظر اسے دیکھا۔

علی اداس تھا۔ کاشف اس سے ملنے آیا بھی تھا تو اپنا کام کروانے۔

”علی یار بس کرو۔ مجھ سے تمہاری یہ حالت نہیں دیکھی جا رہی۔“ کاشف نے اسے ہمدردی سے دیکھا۔ ”مانتا ہوں یہ مشکل وقت ہے تمہارا لیکن پھر بھی کوشش کرو اچھے سے رہنے کی۔“

”تم نہیں جانتے مجھے کتنی محبت ہے اس سے۔۔۔“ وہ ہولے سے بولا۔ ”وہ مجھے کتنا تنگ کرتی تھی، کتنا کچھ بدل دیتی تھی۔۔۔اور میں نے۔۔۔میں نے اسے صرف سمجھانا چاہا تھا۔“

’’لیکن۔۔۔‘‘کاشف کچھ کہنے والا تھا۔

’’اس نے زندگی کا اتنا بڑا فیصلہ کر لیا بنا بات ختم کیے، بنا کچھ کہے وہ چلی گئی۔‘‘

زندگی ایسی ہی ہوتی ہے، کبھی حسین، کبھی غمگیں۔

’’اچھا تم چِل کرو۔‘‘کاشف اب کیا کہتا اسے۔

پھر وہ اسے فائل کے متعلق بتانے لگا۔

علی نے بھی میرب کی سوچ کو ایک طرف کر دیا اور فائل کی ریسرچ کے متعلق سمجھنے لگا۔

★★★

یہ انکی نئی زندگی کا پہلا دن تھا۔خوبصورت دن۔

’’کمیل۔۔۔روبی کی کال آئی ہے۔آج انکی طرف دعوت ہے۔وہ چاہتی ہے کہ ہم سب سے پہلا ڈنر انکی طرف کریں۔‘‘

’’اسے منع کر دو۔‘‘کمیل موبائل میں کچھ دیکھ رہا تھا۔

’’نہیں کر سکتی۔۔۔صنم خالہ نے بھی خاص کہا ہے۔‘‘صلومی اس کے قریب

صوفے کی طرف چلی آئی۔

"صنم خالہ۔۔۔وہ کون ہے؟" کمیل نے ایک نظر اسے دیکھا۔

اس نے جامنی رنگ کی شلوار قمیض پہن رکھی تھی اور چہرے پر ہلکا سا میک اپ کیا ہوا تھا۔

"روبی کی امی۔" صلومی بولی۔ "تیار ہو جائیں انہوں نے کہا ہے ڈنر سے دو تین گھنٹے پہلے آنا ہے۔"

"ابھی تو دوپہر ہے۔۔۔میں شام تک تیار ہو جاؤں گا۔"

"مطلب ہم جا رہے ہیں۔"

"ہاں تم نے اب حامی بھری ہے تو جانا ہی پڑے گا۔ میں نہیں چاہتا وہ سمجھے کہ تم نے جھوٹی حامی بھری ہے۔" وہ مسکرایا۔

وہ اسکی کتنی فکر کرتا تھا۔

"اچھا چلیں ٹھیک ہے۔"

''اس سے پہلے چلو شاپنگ کرنے چلتے ہیں۔ تمہارے پاس تو موبائل بھی نہیں۔۔۔وہ بھی دلواتا ہوں۔''

''اچھا چلیں پھر۔''

کمیل اٹھ کر باتھ روم کی طرف بڑھ گیا۔

صلومی نے محبت سے اسے جاتا دیکا۔ صوفے کی ایک طرف کمیل کا موبائل پڑا ہوا تھا۔

''آپکے فون کا پاس کوڈ کیا ہے کمیل۔'' اس نے سوچا کیوں نہ امی کو کال کر لوں۔

اس نے موبائل اٹھایا۔

''چار بار زیرو اور ایک بار تین۔'' کمیل نے منہ دھوتے ہوئے آواز لگائی تھی۔

اس نے موبائل میں پاس کوڈ ڈالا تو موبائل کھل گیا۔

سامنے چند ای میلز کے نوٹیفیکشنز جگمگا رہے تھے۔

اس نے سپیڈ ٹائل کھولا اور امی کا نمبر ملا کر کال کرنے لگی۔

''اسلام علیکم امی۔'' کال لگنے پر اس نے سلام کیا۔

”جی امی آج ہم میری دوست کی طرف جا رہے ہیں۔“اس نے امی کے سوال کا جواب دیا تھا۔

وہ امی سے باتیں کرنے لگی۔

ان کی شادی عام شادیاں جیسی نہیں تھی کہ بارات کے اگلے دن ہی ولیمہ ہو جاتا۔

وہ کافی دیر باتیں کرتی رہی تھی۔

★★★

”ساغر تم آج اس سے ملنے جاؤ گے۔“ اسے زیب کا میسج موصول ہوا تھا۔

”او کے۔“اس نے میسج کا جواب بھیجا اور اٹھ کر کمرے سے باہر نکل آیا۔

ساغر کی امی باہر صحن میں بیٹھی سبزی کاٹ رہی تھیں۔

”امی۔۔۔میری چھٹیاں ختم ہو رہی ہے میں کل واپس چلا جاؤں گا۔“اس نے امی کے پاس بیٹھتے ہوئے بتایا۔

وہ جانتا تھا کہ اب اسے اسی شہر میں رہ کر کام کرنا ہے لیکن وہ گھر سے دور رہ کر یہ کام کرنا چاہتا تھا۔

''اچھا بیٹا۔''انہوں نے اداسی سے کہا۔

وہ اس کے جانے کے بعد اداس رہا کرتی تھیں۔

''میں ذرا باہر جا رہا ہوں کچھ چاہیے آپکو؟''اس نے اٹھتے ہوئے پوچھا تھا۔

''نہیں بیٹا۔دھیان سے جانا۔''انہوں نے ایک نظر اسے دیکھا۔

''اچھا امی اللہ حافظ۔''وہ چابی گھماتا ہوا گھر سے باہر نکل آیا۔

موٹر سائیکل باہر ہی کھڑی تھی۔

وہ موٹر سائیکل پر سوار ہو کر علی کے ہاسٹل کی طرف نکل پڑا۔

میرب الماری سے کپڑے نکال کر بیڈ پر پھینک رہی تھی۔

''کون سا پہنوں۔۔۔''وہ خود سے پوچھ رہی تھی۔

''یہ والا اچھا ہے۔''اس نے ایک نیلے پھولوں والی سفید قمیض اپنے ساتھ لگاتے ہوئے سوچا۔

اسے تھوڑی دیر پہلے آیان کی کال آئی تھی وہ لنچ پر اسے کیفے بلا رہا تھا۔

اس نے باقی سارے کپڑے واپس الماری میں ڈالے اور شیشے کے سامنے کھڑی اپنا چہرا دیکھنے لگی۔ شفاف چہرے پر مسکراہٹ سجی ہوئی تھی۔

اچانک اسکا فون بجا۔

اس نے کال اٹھا کر فون کو کال سے لگایا۔

''جہان صاحب آپ سے ملنا چاہتے ہیں۔ اگر آپ آج شام کو فری ہیں تو۔۔۔''

زیب کی آواز اسکی سماعتوں سے ٹکرائی۔

''ہاں ٹھیک ہے چھے بجے آؤں گی۔'' اس نے اسے ٹوکا تھا۔

اس نے کال بند کر کے ایک نظر موبائل کو دیکھا اور بیڈ پر اچھال دیا۔

کیا میں کسی کی جاسوسی کروا کر ٹھیک کر رہی ہوں۔ اس نے سوچا پھر یہ خیال ذہن سے جھٹک دیا۔

★★★

چلیں سہ گوش کو ایک دوسرے زاویے سے دیکھتے ہیں۔ کہانی کو وقت میں پیچھے لے جاتے ہیں اور فلک اور شاہینہ کی کہانی جاننے کی کوشش کرتے تھے۔

سہ گوش
(از زین علی)

فلک نے جب ہوش سنبھالا تو اس نے خود کو یتیم خانے پایا اور ہمیشہ وہاں کی کیئر ٹیکر والی بی اماں سے پوچھتا کہ اسے یہاں کون چھوڑ کر گیا تھا لیکن کسی کے پاس بھی اس سوال کا جواب نہیں تھا۔

بی اماں ہی اسکی ماں تھی اور اس جیسے کئی اور دوسرے بچوں کی بھی۔

وہ سات ماہ کا تھا جب وہ انہیں ملا تھا۔ کوئی نوٹ نہیں، کوئی خط نہیں۔

فلک ہمیشہ سے بہت ذہین اور چست بچہ تھا۔ ہر امتحان میں اول آتا اور ہر کھیل کی جان ہوتا۔

اسے پڑھنے کا شوق تھا لیکن کھیل وہ وقت گزاری کیلئے کھیلتا تھا۔

فلک کی دوسرے بچوں سے زیادہ بات چیت نہیں ہوتی تھی اس کی وجہ اسکا خاموش نیچر تھا۔ وہ اکیلے رہ کر اخبار پڑھنا پسند کرتا تھا یا پھر پھٹے پرانے ڈائجسٹ جو وہ ضد کر کے ردی والے خریدتا تھا۔

جب سے اس نے ہوش سنبھالا تھا اسکا خواب تھا کہ وہ اپنے وطن کیلئے کچھ اچھا کرے گا۔ اس نے کافی سوچا اور پھر پولیس فورسز میں جانے کا فیصلہ کر لیا۔

وقت گزرتا رہا اور وہ اٹھارہ سال کا ہو گیا۔ عموماً لڑکے اس عمر سے پہلے ہی یتیم خانوں سے بھاگ جاتے ہیں یا کہیں اور رہنے کا فیصلہ کر لیتے ہیں لیکن فلک نے ایسا نہیں کیا۔

وہ وہاں سکون سے رہتا تھا۔ اس نے کبھی کسی جھگڑے میں حصہ نہیں لیا۔ کبھی کسی کو تنگ نہیں کیا۔

یتیم خانے کے سکول میں اسے ایک ٹیچر بہت پسند تھی۔ وہ اسکی فیورٹ ٹیچر تھی۔ وہ دور سے اسے دیکھتا اور دل ہی دل سوچتا کہ کاش یہ میری ماں ہوتی اور کاش میں ان کا بیٹا ہوتا۔

اٹھارہ برس کا ہونے کے بعد اسے یتیم خانے سے جانے کی اجازت مل گئی۔ انہوں نے اسے ایک فلیٹ رینٹ پر دلوادیا اور کچھ مہینوں کا کرایہ بھی بھر دیا۔ راشن کا کچھ سامان اور کچھ پیسے دے دیے۔

وہ اب آزاد تھا۔

ذہین ہونے کی وجہ سے ہر سال اسے اسکالرشپ مل جاتی تھی لیکن باقی اخراجات

کیلئے اسے کام کرنے کی ضرورت تھی۔

وہ ایک سٹور پر پارٹ ٹائم جاب کرنے لگا۔

اسے اپنے لئے فلیٹ میٹ کی ضرورت تھی۔ یہ بہت بڑا فلیٹ نہیں تھا۔ دو کمرے، ایک اوپن کچن اور چھوٹا سا ٹی حال جسے وہ لاؤنج اور ڈائننگ روم کے طور پر بھی استعمال کرتا تھا۔

اس نے بلڈنگ میں 'فلیٹ میٹ کی ضرورت ہے' والا ایک نوٹس لگا دیا۔

چند دن بعد ایک لڑکا فلیٹ دیکھنے آیا۔

''ہیلو۔۔۔ میں شیر جان ہوں۔''

فلک اسے منہ اٹھا کر دیکھ رہا تھا۔

وہ فلک سے بہت زیادہ اونچا تو نہیں تھا لیکن وہ پھر بھی وہ قد میں اس سے زیادہ ہی تھا۔

وہ اٹھارہ انیس برس کا اونچا ہٹا کٹا سا لڑکا تھا۔

''میں فلک ہوں۔'' فلک نے ہاتھ آگے بڑھایا۔

"تو میں کب شفٹ ہو سکتا ہوں۔" چند باتیں کرنے کے بعد شیر جان نے پوچھا تھا۔

"آج ہی آجاؤ۔" وہ مسکرا کر بولا۔

یہ وہ واحد لڑکا تھا جس سے وہ لگاتار بیس منٹ کر بات کرتا رہا تھا۔

شیر جان اچھا لڑکا تھا۔

پھر شام کو شیر جان نے اپنا سامان وہاں شفٹ کر لیا۔

وہ اچھے دوست بن گئے۔ فلک نے جب اسے پولیس فورس میں جانے کا بتایا تو وہ بھی جوائن کرنے کا سوچنے لگا۔

آخر دونوں نے فیصلہ کیا کہ وہ دونوں ایک ساتھ پولیس فورس جوائن کریں گے۔

شیر جان گاؤں کا لڑکا تھا۔ وہ اسکی فیملی گاؤں میں رہتی تھی۔ وہ دو تین ماہ میں گاؤں جاتا تھا اور کبھی کبھار اس کے گھر والے بھی آجایا کرتے تھے۔

شیر جان کی امی فلک کو بھی اپنے بیٹے جیسا سمجھنے لگیں تھیں۔

وہ اسے بیٹا اور وہ انہیں اماں جی کہہ کر پکارنے لگا۔ اس اپنے دوست کی ماں سے ماں کا

پیار مل رہا تھا۔

سیکنڈری ایجوکیشن کے بعد ان دونوں نے پولیس میں اپلائے کر دیا۔

دونوں فٹ تھے، چست تھے۔ قلمی پرچہ بھی دونوں کا اچھا ہو گیا تھا۔

انہیں جاب مل چکی تھی۔

اکیس کی عمر میں ان دونوں کو انسپکٹر کی جاب مل چکی تھی۔

شیر جان اور فلک دونوں اچھے دوست بن چکے تھے۔

"فلک تم اپنا کوئی سر نیم کیوں نہیں رکھ لیتے۔" ایک دن یوں ہی شیر جان نے فلک کو کہا۔

"ویسے میرے قومی شناختی کارڈ پر 'فلک نامدار' لکھا ہوا ہے۔" فلک ہلکا سا مسکرایا۔

"جب میں نادرہ آفس گیا تھا اپنا آئی ڈی کارڈ بنوانے۔۔۔ تو وہاں سر نیم یا والد کا نام لکھنا تو میں نے نامدار لکھ دیا تھا۔"

شیر جان اسے ہی دیکھ رہا تھا۔ "نامدار کیوں؟"

"پتا نہیں اس وقت بس ذہن میں بس یہی نام آیا تھا۔"

"فلک نامدار۔" شیر جان بولا۔ "واہ کیا نام ہے۔"

"ویسے میں نے کبھی پوچھا نہیں لیکن تمہارا نام تمہارے والدین نے شیر جان کیوں رکھا؟" فلک کو تجسس ہوا۔

عام طور پر شیر جان نام کوئی رکھتا نہیں ہے اس لئے وہ اسکے نام کے پیچھے کی کہانی سننا چاہتا تھا۔

"میرے پیدا ہونے کے چند روز بعد کی بات ہے کہ ایک شام جب میرے ابا مجھے چوم رہے تھے تو انکا ایک دانت ٹوٹ گیا اور انہوں نے میری امی سے کہا کہ تمہارے بیٹے نے مکا مارا ہے جس کی وجہ سے میرا دانت نکل ٹوٹ گیا ہے حالانکہ ایسا کچھ نہیں ہوا تھا انکا دانت مسوڑوں کی بیماری کی وجہ سے ٹوٹا تھا۔ تب میری امی نے میرا نام شیر جان رکھ دیا۔"

"کافی عجیب اور مزے دار کہانی تھی۔" فلک ہنسا۔

شیر جان کے ابا کو Periodontal disease تھی جس کی وجہ سے انکا دانت ٹوٹ گیا۔

اوراس طرح اسکانام شیر جان رکھ دیا گیا۔

فلک نے شیر جان کو دیکھا اور ہنسنے لگا۔

”ویسے تم پر یہ نام سوٹ کرتا ہے۔ تم لگتے ہو شیر جیسے۔ بہادر، لمبے چوڑے اور چست۔۔۔ شیر جان۔۔۔ یہ نام تم پر سوٹ کرتا ہے۔“

دونوں اس بات پر ہنسنے لگے۔

★★★

وہ سوٹ بوٹ پہنے آفس میں آیا تھا۔ وہ عام طور پر صبح سویرے ہی آفس آجاتا تھا لیکن آج وہ تھوڑا لیٹ ہو گیا تھا۔

اس نے زیب کو اپنے کمرے میں آنے کا اشارہ کیا۔

زیب اس کے پیچھے اندر چلا آیا۔ اسکے ایک ہاتھ میں ٹیبلٹ تھا اور اسکی نظر سکرین پر تھی۔

”کوئی نئی خبر؟“ جہان نے مصروف انداز میں پوچھا۔

”جی۔۔۔ ساغر آج علی کو ملے گا۔۔۔ کیسے ملے گا یہ سوچنا اسکا کام ہے۔“ اس نے

سکرین پر نظر آتی فائل کو نیچے سکرول کیا۔ ''مس میرب سے آج شام آپکی میٹنگ ہے۔''

زیب نے سر اٹھا کر جہان کو دیکھا۔

جہان اپنا لیپ ٹاپ کھول رہا تھا۔ ''شہر میں ایک قتل ہوا ہے اور سننے میں آیا ہے ایک لڑکی نے کسی لڑکے کو قتل کیا ہے۔''

زیب نے ایک نظر اپنے مصروف باس کو دیکھا۔

''اس بارے میں جو بھی معلوم ہوتا ہے پتا کرو اور مجھے بتاؤ۔ کچھ اور بھی پتا چلے تو بتانا۔'' جہان نے زیب کو ایک نظر دیکھا۔ ''بلکہ ایسا کرو پولیس اسٹیشن میں اپنے جو بندے ہیں۔ انکو نظر رکھنے کو کہو۔'' جہان ای میلز چیک کر رہا تھا۔

زیب مڑ کر جانے لگا تھا کہ جہان بولا۔ ''میرے لئے مون کیفے سے کافی منگوانا۔ یو نو مائے آرڈر۔''

منگوانے کا مطلب اسے خود ہی جانا پڑے گا۔ ایک اور مصیبت۔ زیب نے سوچا۔

زیب آفس سے باہر نکل آیا۔

''میرے لئے کافی منگوانا۔'' وہ جہان کی نکل اتارتے ہوئے کیفے کو کال ملانے لگا۔

غصے میں دوسروں کی نکل اتارنا اسکی عادت تھی۔ایک بری عادت۔

★★★

''یہ کار کس کی ہے۔''

صلومی اور کمیل پارکنگ لاٹ میں تھے۔

''ہماری۔۔۔'' کمیل نے صلومی کیلیئے مسافر سیٹ کا دروازہ کھولا۔

''وہ آپ۔۔۔''صلومی نے بولنے کیلیئے منہ کھولا۔

کمیل نے ایک نظر اسے دیکھا۔

وہ کار میں سوار ہوگئی۔ کمیل گھوم کر دوسری طرف گیا اور ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ گیا۔

'انکی اپنی کار ہے تو کمیل نے پہلے اپنے دوست کی کار کیوں لی تھی۔' صلومی سوچ رہی تھی۔ 'شاید نئی لی ہے۔۔۔ لیکن کب۔'

'کمیل کا اپنا رستوران بھی ہے۔'

'گھر لینے کا بھی سوچ رہے ہیں۔' صلومی سوچ رہی تھی۔

'جہان تک مجھے پتا ہے یہ رحمت منزل سے ہمارے گھر آئے تھے تو انکے پاس اتنے پیسے کہاں سے آرہے ہیں۔'

صلومی نے ایک نظر کمیل کو دیکھا۔

'ہو سکتا ہے انکے بینک اکاؤنٹس میں ہو۔' اس نے خود کو سمجھانا چاہا۔

'یہ رحمت منزل سے کیوں آئے تھے۔ کیا ہوا ہے ایسا۔' اس نے سوچا۔ 'میں نے اس بارے میں کبھی سوچا ہی نہیں۔' صلومی نے کمیل کو دیکھا تو کمیل نے بھی ایک نظر اسے دیکھا اور مسکرا دیا۔

'کیا کمیل مجھ سے کچھ چھپا رہا ہے۔'

وہ ونڈو سے باہر دیکھنے لگی۔

باہر سڑک پر گاڑیاں اپنی منزلوں کی طرف رواں دواں تھیں۔

موسم خوشگوار تھا۔

اس نے لاشعوری طور پر گردن گھما کر کمیل کو دیکھا۔

’مجھ سے کیا چھپا رہے ہو آپ۔‘ وہ سوچتے ہوئے سامنے دیکھنے لگی۔

’’ہماری زندگی میں ہم کئی لوگوں سے محبت کرتے ہیں۔ کبھی اپنی ماں کو تو کبھی باپ کو۔۔۔ پھر ہمارے بہن بھائیوں سے۔‘‘ وہ مسکراتا ہوا بول رہا تھا۔ ’’محبت کئی قسم کی ہوتی ہے۔ کبھی دوستوں سے تو کبھی کسی اجنبی سے۔‘‘

’’اور آپ کو تو اپنی سابقہ گرل فرینڈ سے محبت ہے۔‘‘ میرب نے جیسے طنزیہ کہا تھا۔

’’ہاں اس سے تھی لیکن۔۔۔ اب نہیں۔‘‘ اس نے اسکی آنکھوں میں جھانکا۔

میرب، آیان کے ساتھ مون کیفے پر لنچ کرنے آئی تھی۔

آیان کالے سوٹ میں بہت ہینڈسم لگ رہا تھا اور اسکا مہنگا پرفیوم آس پاس خوشبو پھیلا رہا تھا۔

’’محبت کیا ہے آپکی نظر میں۔‘‘ یہ میرب کا سوال تھا۔

★★★

کمیل اور صلومی مال آف پنجاب پہنچ چکے تھے۔یہ پنجاب کا سب سے بڑا مال تھا۔

(محبت شاید کسی کی عزت کرنا،اسکی پرواہ اور اس شخص کیلیئے محنت کرنا ہے۔)

کمیل صلومی کے ساتھ اس کے لئے کپڑے پسند کر رہا تھا جو اسے شادی کی دعوتوں میں پورا ہفتہ پہننے تھے۔

"کمیل یہ رنگ اچھا ہے۔آپ بھی اس رنگ میں کوئی شرٹ لینا۔"صلومی پیار سے کہہ رہی تھی۔

کمیل اسکے ساتھ ساتھ بہت سارے شاپنگ بیگز پکڑے چل رہا تھا۔

(محبت کسی کے فیصلوں کی عزت کرنا ہے۔کہ وہ کیا چاہتے ہیں۔انکی پسند ناپسند کیا خیال کرنا محبت ہے۔)

اس مال سے دور روبی کاشف کے ساتھ گروسری سٹور میں آج کی دعوت کیلیئے سامان خرید رہی تھی۔

"بریانی بنے گی اور پلاؤ بھی۔"روبی نے کاشف کو روک کر کہا۔

"اچھا ناجو مرضی بنا لینا۔"کاشف جو کہ ٹرالی کو گھسیٹا ہوا چل رہا تھا رکا اور بولا۔

"دونوں بنالینا چاہے۔ مجھے تو کام سے کہیں جانا ہے۔ تمہیں گھر چھوڑ کر میں چلا جاؤں گا۔

(محبت کسی کو چھوٹی چھوٹی چیزوں سے خوشی دینا ہے۔)

میرب کافی پی رہی تھی جب آیان نے خاموش ہو کر اسے دیکھا۔

میرب کو آیان کا اس طرح سوچنا اچھا لگا تھا۔

"آپ تو سمجھدار نکلے۔۔۔ پہلی نظر میں تو فضول قسم کے انسان لگے تھے۔"

آیان نے چہرہ اٹھا کر اسے دیکھا اور پھیکا سا مسکرایا۔

"بابا بتا رہے تھے کہ آپکے بابا سے ملنے کی بات ہوئی تھی پھر کینسل ہو گئی۔ بابا شادی کی تاریخ کی بات کرنا چاہتے تھے۔" میرب نے سپ لیتے ہوئے اسے بتایا۔

"ہاں بابا کافی مصروف ہیں آج کل۔ تم کہو تو میں آجاؤں بات کرنے۔" آیان آخر میں ہلکا سا ہنسا تھا۔

میرب بھی ہنس دی۔

★★★

سہ گوش
(از زین علی)

سہ گوش کی ان کہانیوں کو روک کر فلک نامدار کے ماضی میں چلتے ہیں۔

وہ ایک خوبصورت دن تھا۔ دھوپ نکلنی ہوئی اور موسم خوشگوار تھا۔

''فلک مجھے دوسرے شہر بھیجا جا رہا ہے۔'' شیر جان نے اسے بتایا۔

شیر جان کو کل پوسٹنگ کے نئے آرڈرز ملے تھے۔ وہ اس شہر سے دور بڑے شہر میں جا رہا تھا۔

''یہ تو اچھی بات ہے۔۔۔ ترقی کے چانس زیادہ ہیں پھر تو۔'' فلک اس کے لئے خوش تھا۔

شیر جان اداس لگ رہا تھا۔

''مجھے تمہارے ساتھ رہنا اچھا لگتا ہے۔'' شیر جان جیسے اداس تھا۔

''ارے میرے بڑے سے چھوٹے بھائی تم وہاں اچھے سے رہ لو گے۔'' فلک ماحول کو ہلکا پھلکا کرنا چاہ رہا تھا۔

شیر جان فلک سے چار ماہ چھوٹا تھا اس لئے وہ پیار سے اسے ''بڑا سا چھوٹا بھائی'' کہا کرتا تھا۔

وہ دونوں بھائیوں کی طرح تھے۔ محبت اور اتفاق سے رہنے والے۔

اگلے دن شیر جان دوسرے شہر جا چکا تھا۔

فلک اب اس شہر میں پھر سے اکیلا تھا۔ نہ دوست، نا رشتے دار۔

★★★

ایک دن فلک رات کے وقت ڈیوٹی سے واپس آ رہا تھا۔ رات کے دو بج رہے تھے۔

وہ موٹر سائیکل پر سوار جا رہا تھا کہ ایک لڑکی اسے روڈ پر چلتی ہوئی نظر آئی۔

ان نے موٹر سائیکل لڑکی کے سامنے کچھ فاصلے پر روکی۔ پہلے تو لڑکی سہم کر پیچھے ہٹی لیکن پھر پولیس کی وردی میں ملبوس لڑکے کو دیکھ کر پر سکون ہو گئی۔

"آپ اس وقت اس روڈ پر کیا کر رہی ہیں محترمہ۔" فلک نے نرم مگر سپاٹ لہجے میں پوچھا تھا۔

"میں۔۔۔" وہ لڑکی گھبرائی ہوئی لگ رہی تھی۔

"جی محترمہ آپ۔" فلک موٹر سائیکل سے اتر کر اس کے قریب چلا آیا تھا۔

"مجھے۔۔۔۔ گھر سے۔۔۔ نکال دیا گیا ہے۔" اس لڑکی کی آواز کانپ رہی تھی۔

"آپکانام کیاہے۔۔۔" فلک نے اسے غور سے دیکھا۔

شایداس لڑکی کے ساتھ کچھ براہوا تھا۔

"شاہینہ۔"

"آپ میرے ساتھ چلیں۔"

لڑکی نے سر اٹھاکر فلک کو دیکھا۔

فلک مڑکر موٹرسائیکل پر سوار ہو گیا۔شاہینہ جھجکتے ہوئے اس کے پیچھے سوار ہو گئی۔

وہ تھانے چلے آئے۔

"کہاں ہے گھر آپ کااور کیاہواآپ کے ساتھ۔"

فلک اسے تھانے لے آیاتھااوراس وقت وہ اسکے سامنے کرسی پر بیٹھی اور وہ درمیان میں پڑی میز کی دُوسری طرف بیٹھاہوا تھا۔

"میں یتیم ہوں اور بچپن سے ہی اپنے چچاچچی کے ساتھ رہتی تھی۔ان کاایک بیٹا تھا جس نے میرے ساتھ جنسی زیادتی کرنے کی کوشش کی۔میں نے اپنی عزت

بچانے کیلئے جب شور مچایا تو چچا چچی نے محلے کے سامنے مجھ پر ہی الزام لگا کر مجھے گھر سے نکال دیا۔" وہ غمگیں ہو گئی۔

"مجھے اپنے چچا کا نمبر دو۔" فلک نے ٹیلی فون کا رسیور اٹھاتے ہوئے کہا۔

"نہیں۔۔۔ میں وہاں واپس نہیں جا سکتی۔"

شاہینہ کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے تھے۔

"کیوں۔۔۔" فلک نے رسیور واپس رکھتے ہوئے پوچھا تھا۔

"وہ مجھ پر ظلم کرتے تھے۔" اس نے چہرہ اٹھا کر سامنے بیٹھے جوان انسپکٹر کو دیکھا۔

وہ خوبصورت تھا۔

"پھر آپ کہاں جانا چاہتی ہیں۔ کوئی اور رشتے دار یا دوست ؟"

"جی میری ایک دوست ہے ہاسٹل میں رہتی ہے۔ مجھے اسکے ہاسٹل چھوڑ دیں۔" وہ ہولے ہولے بول رہی تھی۔

"انہوں نے آپ کو اپنے گھر میں رکھنے سے انکار کر دیا ہے۔ آپ بالغ ہیں تو انہوں نے اس حساب سے کوئی جرم نہیں کیا۔ لیکن کسی پر جھوٹا الزام لگانا گناہ ہے۔" فلک

اسے سمجھا رہا تھا۔"کیس کرنا چاہے تو جنسی زیادتی کی کوشش کا کیس بن سکتا ہے۔"

"نہیں۔۔۔مجھے کوئی کیس نہیں کرنا۔مجھے میری دوست کی طرف چھوڑ سکتے ہیں آپ؟"اس نے امید سے فلک کو دیکھا تھا۔

"ہاں ضرور چلیں۔"

فلک نے اسے ہاسٹل کے باہر چھوڑ دیا۔وہ اندر چلی گئی اور وہ بیس منٹ وہاں رکنے کے بعد چلا گیا۔

اس تسلی ہو گئی تھی اسکی دوست نے اسے پناہ دے دی ہے۔

فلک گھر آیا تو بار بار اسے وہ معصوم سے چہرے والی لڑکی یاد آنے لگی۔اس رات اسے بے چینی ہوتی رہی۔

اس کے والدین بھی نہیں تھے وہ سمجھ سکتا تھا کہ اس لڑکی پر ساری زندگی کیا گزری ہو گی۔

ان دونوں میں ایک بات مشترکہ تھی۔وہ دونوں یتیم تھے۔

فلک نے اگلے دن اس سے ملنے کا فیصلہ کیا اور سونے کی کوشش کرنے لگا۔

★★★

فلک اگلے روز شاہینہ کی دوست کے ہاسٹل گیا اور اتفاقاً وہ اور اسکی دوست باہر ہی نکل رہے تھے۔

شاہینہ فلک کو دیکھ کر اسکی طرف چلی آئی۔ اسکی دوست وہیں گیٹ کے پاس کھڑی انکو دیکھ رہی تھی۔

"شکریہ آپکا کل رات آپ نے میری مدد کی۔" وہ اسکے قریب آکر بولی تھی۔

فلک اب کیا کہتا۔

"اگر آپ فری ہیں تو میرے ساتھ ایک کپ چائے پی لیں۔" اس نے کچھ لمحے سوچنے کے بعد کہا۔

شاہینہ نے مڑ کر اپنی دوست کو دیکھا۔ فلک نے اسکی نظروں کا پیچھا کیا۔

وہ سمجھ چکا تھا کہ وہ اپنی دوست کو چھوڑ کر اسکے ساتھ نہیں جانا چاہتی۔

"پھر کبھی۔۔۔" وہ ہولے سے بولی۔

"ہاں ضرور آپ جایئے آپکی دوست آپ کا انتظار کر رہی ہے۔" اس نے پھیکے سے لہجے میں کہا۔

وہ دوبارہ "شکریہ" کہہ کر مڑ گئی۔

وہ بھی بائیک پر سوار ہو کر پولیس اسٹیشن چلا گیا۔

★★★

آیان کو کہیں جانا تو وہ میرب سے پہلے ہی کیفے سے نکل چکا تھا۔

میرب بھی کچھ دیر وہاں بیٹھ کر اپنا انسٹا گرام سکرول کرتی رہی اور پھر وہاں سے نکل آئی۔

"مس میرب آپ یہاں۔" زیب بھی کیفے سے نکل رہا تھا۔ وہ اپنے ظالم باس کے لئے کافی لینے آیا تھا۔

نا جانے وہ زیب کو اتنی دور بنے کیفے سے کافی لینے کے لئے کیوں بھیجتا تھا۔

میرب آواز کی سمت مڑی۔ زیب مسکرا رہا تھا۔ وہی چالاک مسکراہٹ۔

کیا اسکی بھی کوئی زندگی تھی۔ کیا اسکی بھی کوئی کہانی تھی۔ زیب کی مسکراہٹ سچ میں ایسی تھی یا وہ لوگوں کو لگتی تھی۔ شاید اسکی بھی کہانی ہے۔ ہم اسکی کہانی جاننے کی کوشش کریں گے لیکن ابھی نہیں۔

"مسٹر زیب۔۔۔ میں جہان صاحب سے ہی ملنے جا رہی تھی۔"

"میرے ساتھ ہی چلیں۔" اس نے کار کی طرف اشارہ کیا۔

میرب نے ایک لمحہ سوچا۔ وہ ٹیکسی کروانے والی تھی کیونکہ آیان اسے وہاں بنا کار کے چھوڑ گیا تھا۔

"ہاں چلیں۔"

زیب اور وہ کار کی طرف چلے آئے۔

"زیب تم اتنی دور کیوں آئے ہو کافی لینے۔ مجھ پر نظر رکھ رہے ہو؟"

زیب ہولے سے مسکرا دیا۔

اس بار اسکی مسکراہٹ سادہ تھی۔

"جب جہان صاحب کو غصہ آتا ہے تو وہ سزا کے طور پر مجھے اس کیفے میں کافی کے

لئے بھیجتے ہیں۔آج ناجانے کس بات کا غصہ تھا نہیں۔''

دونوں اپنی اپنی طرف کا دروازہ کھول کر اندر گھس گئے۔

میرب بھی سامنے ہی بیٹھی تھی۔وہ یہ نہیں چاہتی تھی کہ زیب کو لگے کہ وہ اسکا ڈرائیور ہے۔

''جہان صاحب کافی rude انسان ہیں۔نہیں؟''اس نے ایک نظر زیب کو دیکھا۔

وہ اسے بے چارا سا لگا تھا۔پتا نہیں اسکی کیا مجبوری تھی کہ وہ جہاں کے لئے کام کر رہا تھا۔

زیب خاموش رہا۔شاید وہ کسی کے سامنے اپنے باس کی برائی نہیں کرنا چاہتا تھا۔

''تمہارے گھر میں کون کون ہے زیب۔''میرب نے پوچھا۔

''میں۔۔۔اور میری بہن۔''زیب نے سڑک پر موڑ کاٹا۔

پھر خاموشی۔

اس بار میرب خاموش رہی۔

مجھے کیا ضرورت ہے اس سے دوستی کرنے کی۔ میرب نے سوچا۔

پندرہ منٹ کے سفر کے بعد وہ عاکفس پہنچ چکے تھے۔ ٹاپ فلور پر جہان عاکف کا آفس تھا۔

وہ دونوں لفٹ میں سوار ہو کر اپنے مطلوبہ فلور پر آ گئے۔

"آپ کچھ دیر انتظار کریں میں باس کو آپ کے آنے کی خبر دیتا ہوں۔"

وہ ویٹنگ روم کی طرف چلی آئی۔

یہ کمرہ جہان کے آفس کی مخالف سمت تھا۔

وہ ایک صوفے پر بیٹھ گئی۔ کمرے کو سبز اور سفید کی تھیم میں ڈیکوریٹ کیا گیا تھا۔

اس نے بیگ سے اپنا موبائل نکالا اور انسٹا گرام سکرول کرنے لگی۔

ڈی ایم میں ایک اجنبی اکاؤنٹ سے میسج موصول ہوا تھا۔ اس نے چیٹ کھولنے سے پہلے وہ اکاؤنٹ کھولا۔

یہ اکاؤنٹ نیا تھا۔ ایسا انسٹا گرام بتا رہا تھا۔ اس نے نام پڑھا۔

"thethirdguy"

اس نے نیچے سکرول کیا۔ صرف ایک پوسٹ تھی جو دس منٹ پہلے کی گئی تھی۔ وہ سفید پھولوں کی ایک پیاری سی تصویر تھی۔

اس نے کیپشن پڑھا۔ ''نئی دوستی شروع کرتے ہیں۔''

کون ہے یہ؟ میرب نے سوچا۔

★★★

کاشف نے کار کو ایک کھنڈر نما منزل کے سامنے روکا۔ یہ منزل آدھی تعمیر شدہ لگ رہی تھی اور شاید اسے درمیان میں ہی چھوڑ دیا گیا تھا۔

بلڈنگ کی حالت بہت گندی تھی اور یہ شہر کے کسی ویران سے علاقے میں تھی۔

وہ گاڑی سے نکلا اور بلڈنگ کی طرف چل دیا۔

وقتاً اسکے موبائل کی گھنٹی بجی۔ اس نے جیب سے اپنا فون نکالا۔

''روبی۔'' سکرین پر کال کرنے والے کا نام جگمگا رہا تھا۔

اس نے کال اٹھائی اور فون کو کان سے لگایا۔

''ابھی مصروف ہوں بعد میں کروں گا کال۔'' اس نے بنا روبی کے بات سنے تیزی

سے اتنا کہا اور کال کاٹ دی۔

وہ چلتا ہوا منزل کے اندر چلا آیا تھا۔

''ہم تہہ خانے میں ہیں۔''ٹوٹے پھوٹے کشادہ سے حال کے بالکل درمیان ایک لکڑی کے سٹینڈ والا بلیک بورڈ پڑا ہوا تھا۔

وہ ایک طرف چلنے لگا۔

آگے نیم اندھیرا تھا۔

★★★

''مس میرب اب آپ باس کے آفس جا سکتی ہیں۔''زیب نے دروازے پر ہلکی سی دستک دے کر اسے بتایا اور بنا جواب سنے واپس اپنی میز پر چلا آیا۔

میرب نے اس اکاؤنٹ اور میسج کو نظر انداز کر کے موبائل کو بیگ میں رکھا۔بیگ سے اپنی ہینڈ کیری پرفیوم نکالی اور اسے لگا کر باہر نکل آئی۔

زیب کے نتھنوں سے خوشبو ٹکرائی تو اس نے سر اٹھا کر میرب کو دیکھا۔

میرب نے بھی ایک نظر زیب کو دیکھا اور دروازہ کھول کر اندر چلی گئی۔

"نکھرے دیکھو میڈم کے۔" زیب بڑبڑایا تھا۔

اندر آفس میں جہان کھڑکی کی طرف منہ کیے بیٹھا تھا۔اسکی لمبی چوڑی صوفہ نما کرسی سے وہ دکھائی نہیں دے رہا تھا۔

ایک طرف اسکا ہاتھ کرسی سے باہر تھا۔اس ہاتھ میں سگریٹ تھا۔ جس کا دھواں فضامیں تحلیل ہو رہا تھا۔

"جہان صاحب۔" میرب نے اسے پکارا۔

جہان نے کرسی گھمائی۔

وہی وجیہہ شکل اور رعب دار شخصیت۔

"بیٹھ جائیں مس میرب۔آپ کے لئے بہت اہم انفارمیشن میں ہے میرے پاس۔"

جہان ٹھہرے ہوئے لہجے میں بولتا تھا۔وہ بالکل یوں بولتا تھا جیسے اسکا ایک ایک لفظ بہت قیمتی ہے۔

میرب ایک کرسی کھسکا کر بیٹھ گئی۔

جہان نے پانی کا گلاس اسکے آگے کیا۔ ”اسکی ضرورت پڑے گی۔“

میرب نے نا سمجھی سے جہان کا دیکھا۔

جہان مسکرادیا۔اس مسکراہٹ میں ایک شاطرانہ سی ادا تھی۔

جہان اس سے انیس بیس برس بڑا تھا لیکن وہ اپنی فٹنس کی وجہ سے اس سے صرف چند سال ہی بڑا لگتا تھا۔

”آپ کے پاس آیان رضا کی انفارمیشن ہے۔وہاں سے شروع کرتے ہیں بات۔“

میرب نے خود کو سنبھالتے ہوئے کہا۔

”آیان کی دولت جتنی نظر آتی ہے اس سے کئی گناہ زیادہ ہے۔ کتنی ہے اس بات کا ابھی ہمیں نہیں پتا کیونکہ اس کے مختلف ممالک میں کئی بینک اکاؤنٹس اور کئی جگہ مہنگی پراپرٹی ہے۔اس کی چند پراپرٹیز کا تو اسکے باپ کو بھی نہیں پتا۔“

(دور کہیں آیان نے اپنی مہنگی گاڑی بینک کی پارکنگ میں پارک کی۔ گاڑی سے نکل کر پنجاب بینک میں چلا آیا۔

”سر۔۔“ بینک کے ایک نمائندے نے اسے دیکھا۔

سب لوگ اسے جانتے تھے۔

"سر آپ۔۔۔کوئی بڑی ٹرانزیکشن کرنی ہے۔" وہ نمائندہ اس کے پیچھے پیچھے آنے لگا لیکن آیان تو بینک مینیجر کے آفس کی طرف جا رہا تھا۔

"مجھے تم سے بات نہیں کرنی۔" آیان ایک پل کے لئے رکا اور بنا اسے دیکھے بولا تھا۔

وہ نوجوان لڑکا اسی پل رک گیا۔ وہ شرمندہ ہو گیا۔)

"وہ جتنا امیر ہے اتنا ہی مغرور اور نک چڑھا ہے۔"

میرب خاموشی سے سن رہی تھی۔

(وہ مینجر کے آفس میں گھس آیا تھا۔ مینجر کے سامنے کوئی ضروری کلائنٹ بیٹھا ہوا تھا۔

آیان اس کی پرواہ کئے بغیر مینجر تک آیا۔ وہ کرسی پر جھکا۔ "مجھے تم سے ابھی اسی وقت بات کرنی ہے۔"

مینجر نے کلائنٹ سے معزرت کر کے اسے جانے کو کہا۔

"سر آپ بیٹھ جائیں۔" مینجر گھبراتے ہوئے بولا۔ "آپ کے لئے کچھ منگوا دوں۔"

"اپنی اوقات میں رہو اور میرے اکاؤنٹ سے پچاس لاکھ میرے یو کے والے اکاؤنٹ میں ڈال دو اور اس بات کا ریکارڈ کہیں بھی شامل مت کرنا۔" آیان کے چہرے کے تاثرات بدلے تھے۔

کچھ دیر پہلے جب وہ میرب کو ملا تھا تو وہ ایک جینٹل مین لگ رہا تھا لیکن اب وہ صرف ایک بگڑا ہوا امیر زادہ لگ رہا تھا۔

"میں ابھی کرواتا ہوں سر۔" مینجر اتنا کہہ کر آفس سے باہر کی طرف بھاگا۔

اتنی بڑی رقم اتنے شارٹ نوٹس پر ٹرانسفر کرنا مشکل کام تھا اور اب اسکی شامت آنے والی تھی۔ یہ بات وہ باخوبی جانتا تھا۔

آیان آفس میں بیٹھا اپنے موبائل پر کسی کو میسج کر رہا تھا۔)

"اس کا بہت سارا پیسہ بلیک منی ہے۔" جہان نے ایک نظر خاموش بیٹھی میرب کو دیکھا۔

میرب نے پانی والے گلاس کو ابھی تک چھوا نہیں تھا۔ جہان نے ایک نظر گلاس کو بھی دیکھا۔ اسے یقین تھا کہ اسے پانی پینے کی ضرورت پڑے گی۔

"وہ بہت سارے دو نمبر کاموں میں ملوث ہے۔"

(آیان کے موبائل کی گھنٹی بجی۔ اس نے جیب سے اپنا موبائل نکالا۔

کال کرنے والے کا نمبر سیو نہیں تھا۔ نمبر جگمگا رہا تھا۔

اس نے کال کاٹ دی اور موبائل واپس جیب میں ڈال دیا۔

وہ آفس سے باہر نکل آیا۔ پورے بینک میں افراتفری کا سماں تھا۔ پچاس لاکھ کو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرنا اور یوں اتنی جلدی، بہت مشکل تھا۔

اس نے مینیجر کو اشارہ کیا۔

"رات کو میں واپس آؤں گا۔" اس نے رعب جمانے والے لہجے میں کہا اور بینک سے باہر نکل آیا۔

وہ گاڑی نکال کر شہر کی ایک طرف نکل آیا۔

یہ علاقہ بہت کم چلتا تھا۔ وہ ایک ٹوٹی پھوٹی عمارت کے سامنے رکا۔ وہاں ایک گاڑی

پہلے سے کھڑی تھی۔

اس نے اپنی گاڑی اس دوسری کار کے پیچھے لگائی اور پیدل اندر چلا گیا۔

عمارت کے گراؤنڈ فلور پر ایک لکڑی کے اسٹینڈ پر بلیک بورڈ پڑا ہوا تھا۔

اس نے بلیک بورڈ پر لکھی تحریر پڑھی اور ایک طرف چل دیا۔

وہاں کچھ آگے آ کر نیچے جاتی سیڑھیاں تھیں۔ اگر وہ عمارت تیار ہوتی تو وہاں دروازہ بھی ہوتا لیکن وہاں دروازہ نہیں تھا۔

سیڑھیوں میں اندھیرا تھا۔

وہ نیچے چلا آیا۔)

"اس نے ایک قید خانہ بنا رکھا ہے۔ جس میں وہ اپنے کام کے لوگوں کو، جو اسکا کام نہیں کرتے۔ انکو قید کر کے رکھا ہے۔" جہان نے سگریٹ کو ایش ٹرے میں بجھا دیا۔

"یہ قید خانہ کہاں ہے۔" میرب نے پوچھا۔

"یہ نیا سوال ہے، نئی کھوج اور اس کے پیسے الگ لگیں گے۔ ابھی کے لئے

جو انفارمیشن ملی ہے وہ میں آپ کو بتا رہا ہوں۔'' جہان نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''وہ ظالم ہے۔اس کے لئے بہت سارے لوگ کام کرتے ہیں جو کے اس کے کہنے پر لوگوں کو اغوا اور قتل بھی کر سکتے ہیں۔وہ سب لوگ پروشنلز ہیں۔''

میرب نے پانی کا گلاس پکڑا۔اس پر رکھا ڈھکن ایک طرف کیا اور گلاس کو منہ سے لگا کر ایک سپ لیا۔

جہان نے ایک نظر گلاس کو دیکھا۔وہ جانتا تھا اسکی ضرورت پڑنے والی تھی۔

''وہ بہت سارے اغواء کے کیسز اور بہت سارے قتلوں میں ملوث ہے۔''

مطلب میرب ایک قاتل کی منگیتر تھی۔

ایک پل کیلئے اسے علی یاد آیا۔وہ جیسا بھی تھا قاتل نہیں تھا۔

میں نے کچھ غلط تو نہیں کر دیا یہ رشتہ قبول کر کے۔اس نے دل میں سوچا۔

''کچھ اور؟''اس نے خود کو سنبھالتے ہوئے پوچھا۔

اس نے چہرے کے تاثرات کو نارمل کیا۔

''ابھی کے لئے اتنا ہی۔'' جہان بولا۔''اگر آپ چاہتی ہیں کہ اسکے بینک اکاؤنٹس

اوراس قید خانے کی معلومات تفصیلاً آپ کو دی جائے تو آپ کو اس کے لئے مزید رقم بھرنی ہو گی۔آپ زیب کو بتادیں۔وہ باقی سب آپ کو بتادے گا۔“

وہ ایک نظر جہان کو دیکھتے ہوئے باہر نکل آئی۔

وہ جب بھی جہان کو دیکھتی تھی اسے ایک شکل یاد آتی تھی۔نا جانے ماضی میں وہ کون شخص تھا جس کی شکل جہان جیسی تھی۔

وہ بنا زیب سے کچھ پوچھے کہے لفٹ کی طرف چلی آئی۔اسے گھر جانا تھا۔

مجھے یہ سب تنزیلہ کو بتادینا چاہیے۔اس نے سوچا۔

(وہ سیڑھیوں سے نیچے اتر آیا تھا۔سامنے لوہے کا ایک دروازہ لگا ہوا تھا۔

اس نے ہولے سے تین بار دروازہ کھٹکھٹایا۔

ایک منٹ کے بعد دروازہ کھلا۔دروازہ کھولنے والا ایک سیاہ فام آدمی تھا۔

شکل سے ہی وہ بدمعاش قسم کا لگ رہا تھا۔

”ہیلو سر۔“وہ انگریزی لب ولہجے میں بولا تھا۔

آیان نے ایک نظر اسے دیکھا اور بولا۔

”کاشف کہاں ہے؟“)

★★★

میرب گھر آچکی تھی۔

وہ اپنے کمرے میں آئی اور صوفے پر گرنے کے انداز میں بیٹھ گئی۔

اچانک اسکے فون پر نئے میسج کے نوٹیفکیشن کی ٹون بجی۔

اس نے بیگ موبائل نکالا۔

”ہیلو۔“ ایک نیا میسج موصول ہوا تھا۔ میسج 'داتھرڈ گائے' نے بھیجا تھا۔

یہ آخر تھا کون۔ ڈی پی میں کسی ترکش ماڈل کی تصویر لگی ہوئی تھی۔

”پاکستانی ماڈل کی فوٹو لگالیتا۔“ وہ بڑبڑائی۔

اس نے ڈی ایم کھولا اور میسج کا رپلائے ”جی؟“ لکھ کے کر دیا۔

”کیسی ہو؟“ نیا میسج۔

یہ ایسے کیوں میسج کر رہا ہے جیسے ہم دونوں دوست ہیں۔ اس نے سوچا۔

اس نے موبائل بند کر کے ایک طرف رکھ دیا۔

ہو گا کوئی آوارہ عاشق۔اس نے سوچا۔

★★★

فلک رات کو واپس اپنے فلیٹ میں آیا تو شیر جان اسکا انتظار کر رہا تھا۔اس کے پاس فلیٹ کی ایک چابی تھی۔

وہ دو دن کی چھٹی لے کر آیا تھا۔

”شیر تم کب آئے ؟“ وہ بنا جوش کے بولا جبکہ شیر جان کو امید تھی کہ وہ اسے دیکھ کر پر جوش ہو جائے گا۔

وہ اسکے گلے لگا۔

”تمہیں کیا ہوا ہے ؟“

اس نے فلک کا اداس کا چہرہ دیکھا۔

”یہ خوشبو کیسی ؟“ اس نے فلک کے کپڑوں سے آتی مہک کو لمبا سانس لے کر محسوس کیا۔”اتنی تیز خوشبو۔“

فلک کرسی پر بیٹھ گیا۔وہ خاموش تھا۔

’’یار۔۔۔‘‘ فلک بولا۔ ’’مجھے ایک لڑکی اچھی لگنے لگی ہے۔‘‘ وہ دھیمے لہجے میں بولا۔

’’اواچھا بیٹا تو یہ محبت کی خوشبو ہے۔‘‘ شیر جان ہنسا۔ ’’بھابھی کا نام کیا ہے اور یہ سب کب ہوا۔‘‘

’’چلو جی تم نے اسے بھابھی مان بھی لیا۔ مجھے پسند آئی ہے۔ وہ یہ بات نہیں جانتی۔‘‘ فلک نے کرسی سے ٹیک لگا لی اور چھت کو دیکھنے لگا۔

’’تو اسکو بتا دو۔‘‘ شیر جان اسکے قریب والی کرسی پر بیٹھ گیا۔

’’کیسے بتا دوں۔ دو بار ملاقات ہوئی ہے۔‘‘

’’مجھے ساری کہانی سناؤ۔‘‘ شیر جان جوش میں بولا۔

فلک نے اسے ساری کہانی سنا دی۔

’’کل تم پھر سے جانا اور اسے کہیں کھانے پر لے جانا۔‘‘ شیر جان سوچتے ہوئے بولا۔ ’’اسے شادی کی پیشکش کرنا۔ یقیناً وہ مان جائے گی۔‘‘

فلک نے ایک نظر اسے دیکھا۔ جیسے کہہ رہا ہو کہ بھائی کیا یہ ممکن ہے۔

شیر جان نے سمجھتے ہوئے سر ہلایا۔ ”میں لے چلوں گا تجھے۔“

”نہیں نہیں رہنے دو تمہیں نہیں لے کر جا رہا میں۔ تمہیں دیکھ کر وہ ڈر جائے گی۔“ فلک ہنسا۔

”کیوں میں جن ہوں۔“ وہ بھی گلا پھاڑ کر ہنسا۔

”جن سے کم بھی نہیں لگتے۔“ فلک نے ایک نظر اسے سر سے پیر تک دیکھا۔

دوست تھے۔اس طرح ہنسنا اور ایک دوسرے کا مذاق بنانا ان کا پیدائشی حق تھا۔

”اچھا تم اکیلے ہی جانا لیکن بات ضرور کرنا۔“

★★★

”کاشف۔۔۔یہ بولا یا نہیں۔“ وہ ایک دوسرے کمرے میں آ گیا تھا۔

اس کمرے میں بھی نیم اندھیرا تھا۔ایک طرف زرد بتی جل رہی تھی۔

یہ کمرہ یوں لگ رہا تھا جیسے یہاں لوگوں پر ٹارچر کیا جاتا ہو۔ مختلف اقسام کے اوزار میز پر رکھے ہوئے تھے۔

کاشف کے سامنے کمرے کے بالکل درمیان کرسی پر ایک جوان لڑکا بندھا ہوا تھا۔

اس کے منہ میں کپڑا ٹھونسا ہوا تھا۔اس کی شکل پر کئی زخم تھے۔ تشدد کی کئی نشانیاں تھیں۔

''مجھے وہ پاس ورڈ آج رات بارہ بجے سے پہلے چاہیے۔''آیان نے جیسے حکم صادر کیا تھا۔

''ہو جائے گا۔''کاشف بولا۔

یہ وہی کاشف تھا جو دنیا کے سامنے پیارا سا، نیک دل اور رحم دل تھا۔

لیکن اس کمرے میں کاشف کا اصلی روپ دکھائی دے رہا تھا۔وہ ظالم تھا اور ظلم کرنے والے کا ساتھ دے رہا تھا۔نہ جانے وہ لڑکا کون تھا۔ کس کا بیٹا، کس کا بھائی یا کس کا شوہر تھا جس پر اتنا تشدد کیا جا رہا تھا کہ اس کے لئے سانس لینا بھی مشکل ہو رہا تھا۔

یہ وہی کاشف تھا جو روبی کو محبت کرتا تھا۔

یہ وہی کاشف تھا جو کسی مظلوم کو مار رہا تھا اور اسے اسکے محبت کرنے والوں سے دور کر رہا تھا۔

ہر انسان کے کئی روپ ہوتے ہیں۔ یہ کاشف کے روپ تھے۔

نیک دلی کا ناٹک کرنے والا۔

آیان آفس جانے کے ارادے سے باہر نکل آیا۔ وہ اس قید خانے سے نکلا۔ اس قید خانے سے جس کا پتہ کسی کو نہیں پتا تھا۔

★★★

اگلے روز فلک شاہینہ کو لے کر مون کیفے آ گیا۔ یہ جگہ اسٹیشن سے زیادہ دور نہ تھی۔

آج کے کیفے سے ذرا الگ لگ رہا تھا یہ پہلے والا کیفے۔

شیر جان گھر ہی تھا۔

"آپ کو کوئی بات کرنی تھی۔" شاہینہ نے جیسے یاد کروایا تھا۔

فلک مسلسل سامنے بیٹھی پیاری سی لڑکی کو دیکھ رہا تھا۔

اس کی آواز سے جیسے وہ اسکے سحر سے نکلا تھا۔

"مجھے سمجھ نہیں آ رہی میں یہ بات کیسے کروں۔" وک کبھی نہیں شرماتا تھا آج اس

لڑکی کے سامنے رک رک کر بول رہا تھا۔

''آپ کو جو بھی بات کرنی ہے آپ کریں۔'' شاہینہ پورے اطمینان سے بولی۔

شاہینہ نے فلک کو غور سے دیکھا۔

''میں۔۔۔آپ۔۔۔میں۔۔۔'' فلک رک گیا۔''میں آپ سے شادی کرنا چاہتا ہوں۔''

وہ تیزی سے بول گیا۔

شاہینہ ہلکا سا ہنسی۔ کیا یہ لڑکا سچ کہہ رہا ہے۔اس نے سوچا۔دو بار ملے ہیں اور شادی کا سوچ لیا اس نے۔

فلک اسکے جواب کا منتظر تھا۔

''مجھے ابھی شادی نہیں کرنی۔''

فلک نے مایوسی سے اسے دیکھا۔

''لیکن۔۔۔''

اس لیکن نے فلک کو امید تھی۔

"مجھے کسی سے تو شادی کرنی ہے۔ آپ مجھے اچھے آدمی لگ رہے ہیں۔ لیکن ابھی میں شادی نہیں کرنا چاہتی۔" وہ ایک لمحے کو رکی۔ "ہم منگنی کر لیتے ہیں۔"

فلک کا دل تیزی سے دھڑکنے لگا۔ یوں جیسے ابھی اچھل کر باہر نکل آئے گا۔

"کیا سچ میں۔" وہ جوش سے بولا۔

اسکی آواز اونچی ہونے کی وجہ سے آس پاس بیٹھے لوگوں نے انہیں دیکھا۔

وہ ذرا شرمندہ ہوئی۔

"آپ لوگوں نے سوچ لیا آپ کیا لیں گے۔" ایک ویٹریس انکے قریب آئی۔

فلک نے ایک نظر اسے دیکھا۔

"دو کپ چائے لے آؤ۔"

ویٹریس کچن کی طرف چلی گئی۔

وہ دونوں باتیں کرنے لگے۔ فلک خوش تھا۔

شاہینہ بھی مسکراتے ہوئے بات کر رہی تھی۔

★★★

سہ گوش
(از زین علی)

کمیل اور صلومی شاپنگ کرنے کے بعد سید ھاروبی کے گھر آچکے تھے۔

شام ہو رہی تھی۔

گھر کے باہر گیٹ کی ایک طرف نیم پلیٹ لگی ہوئی جس پر ''موتی منزل'' لکھا ہوا تھا۔

وہ دو الگ ذائقوں والے کیک لے آئے تھے۔ کیونکہ چچی نے کہا تھا کہ کچھ لے جانا ورنہ وہ کھالی ہاتھ ہی آنے والے تھے۔

صلومی کے ہاتھ میں نیا فون تھا، اسکا ذاتی موبائل فون۔

گیٹ چوکیدار نے کھولا تھا لیکن روبی گھر کے دروازے پر انکے ویلکم کے لئے کھڑی تھی۔

وہ بھاگ کر صلومی کے قریب آئی۔ اسے گلے لگایا۔

''السلام علیکم۔'' پھر جیسے اسے کمیل کے وہاں ہونے کا احساس ہوا۔ ''کیسے ہیں بھائی آپ۔''

''صلومی کو دیکھ لو۔۔۔ خوش ہے مطلب میں بھی الحمدللہ خوش ہوں۔'' کمیل

مسکرایا۔ "اندر آنے کو نہیں کہو گی۔"

روبی کے پیچھے ایک لڑکی جو کہ ہاؤس ہیلپر تھی، نے کمیل سے کیک کے ڈبے پکڑے اور کچن کی طرف بڑھ گئی۔

صلومی اور کمیل ساتھ ساتھ میرب کے پیچھے چل رہے تھے۔

چھوٹی سی راہداری کے بعد بڑا سا ہال تھا۔

گلابی، سفید اور نیلے رنگوں سے سجا، اور سجاوٹ شدہ ہال آنکھوں کو بھا رہا تھا۔

"آپ لوگ بیٹھیں میں چائے کا انتظام کرواتی ہوں اور مما کو بھی بلاتی ہوں۔"

میرب بھاگ کر اوپری منزل کر چلی گئی جبکہ وہ دونوں صوفوں پر بیٹھ گئے۔

کمیل سنگل صوفے پر بیٹھ گیا جبکہ صلومی بڑے صوفے پر بیٹھ گئی۔

وہ آس پاس دیکھ رہی تھی۔ بہت پیارا گھر ہے۔ اس نے سوچا۔

"ہمارا گھر اس سے بھی پیارا ہو گا۔" کمیل بولا۔

صلومی نے حیرانگی سے اسے دیکھا۔ اسے کیسے پتا چلا کہ وہ کیا سوچ رہی ہے۔

اس نے بولنے کے لئے منہ کھولا ہی تھا کہ اتنے میں خالہ صنم سیڑھیوں سے نیچے

اترتی ہوئی دکھائی دیں بلکہ سنائی۔۔۔انکی ہیل کی ٹک ٹک کی آواز۔

”میری پیاری بچی صلومی۔“ وہ صلومی کو گلے لگا کر ملی تھیں۔

یوں جیسے وہ اسے برسوں سے جانتی تھیں۔

”کیسے ہو کمیل۔“ وہ اس کی طرف مڑیں۔

کمیل ادب سے پہلے ہی کھڑا ہو چکا تھا۔

”میں ٹھیک خالہ آپ بتائیں۔۔۔مجھے تو خالہ کہنے میں شرم سی آرہی ہے۔“

خالہ صنم ہنسی۔ ”تم لوگ کھڑے کیوں ہو بیٹھو نا۔“

وہ تینوں صوفوں براجمان ہو گئے۔

”آپ تو روبی کی بڑی بہن لگتی ہیں۔“

”ارے نہیں یہ تو بس ڈائیٹ کا کمال ہے ورنہ مجھ سے تو اب بھاگا بھی نہیں جاتا۔“

”ہاں مما تو آپ نے کونسا ریس میں حصہ لینا ہے۔“ روبی ملازمہ کے ساتھ چائے

اور دوسرے اسنیکس سے سجی دوٹرالیاں لے آئی تھی۔

اس نے میز لگوائی اور اس پر سترہ قسم کے اسنیکس رکھنے لگی۔

اس نے کمیل اور صلومی کو چائے بنا کر دی اور پھر اپنی ماں کو۔

خالہ صنم اپنی ''جوانی'' کا کوئی قصہ سنا رہی تھیں اور باقی سب سن رہے تھے۔

کبھی صلومی کو تبصرہ کر دیتی اور کبھی ہنس کر رو بی۔

کمیل ذرا خاموش سا ہی بیٹھا تھا۔

★★★

موتی منزل سے دور بوائز ہاسٹل میں اس وقت خاموشی تھی۔ زیادہ تر لڑکے اس وقت پڑھائی کرنے میں مصروف ہوتے تھے۔

شام جا رہی تھی، رات ہونے والی تھی۔

علی نے کاشف کی فائل بنا دی تھی اور اب وہ بستر پر لیٹا اپنے موبائل میں کچھ دیکھ رہا تھا۔

اچانک اسکے موبائل پر گھنٹی بجی۔ کال کرنے والے کا نام جگمگا رہا تھا۔

اس نے کال اٹھائی اور فون کو کال سے لگایا۔

''السلام علیکم۔''

اس نے دوسری طرف کی بات سنی۔

''میں دو دن بعد گھر آؤں گا ماں۔'' وہ دھیمے لہجے میں بولا۔

اس نے چند منٹ بعد کی اور پھر کال کاٹ دی۔

کسی خیال کے تحت وہ بیڈ سے اٹھا اور کمرے سے باہر نکل آیا۔

وہ باہر پارک میں آچکا تھا اور اب بھاگ بھاگ کر چکر کاٹ رہا تھا۔ وہ جب بھی

پریشان ہوتا یوں ہی بھاگا کرتا۔

''زمان۔۔۔'' جانی پہچانی آواز اسکے کانوں سے ٹکرائی۔

سب اسے علی کہتے ہیں۔ زمان کہنے والے بہت کم تھے۔

اس نے مڑ کر دیکھا۔ ایک جانی پہچانی صورت۔

کہاں دیکھا ہے اسے۔۔۔ اس نے سوچا۔ ہاں یہ تو کمیل کا دوست ہے۔۔۔ ساغر!

ساغر اسکے قریب چلا آیا تھا۔

''ساغر آپ یہاں؟'' علی اکثر یہاں آتا تھا لیکن آج یوں ساغر کو دیکھ کر حیران تھا۔

''مجھے تم کہو یا تو لیکن آپ مت کہو۔'' ساغر نے دوستانہ انداز میں کہا۔ ''ویسے تم کیا

اکثر یہاں آتے ہو؟"

وہ دونوں اب ساتھ ساتھ واک کرنے لگے تھے۔

"نہیں کبھی کبھار۔" علی بولا۔

ساغر صبح سے باہر بیٹھا اسکا انتظار کر رہا تھا اور آخر وہ باہر نکل آیا تھا۔ ساغر کے لئے یہ اچھا موقع تھا دوستی کرنے کا اور اسکے قریب ہونے کا۔

"کہیں ڈنر کرنے چلیں؟" ساغر نے پوچھا۔

"کیا تم مجھے date پر بلا رہے ہو۔" اس نے ڈرامائی انداز میں کہا۔

دونوں ہنسنے لگے۔

"ایسا ہی سمجھ لو۔" ساغر ہنسا۔

علی اب خود کو ہلکا پھلکا محسوس کر رہا تھا۔ شاید اسے ایک دوست کی ضرورت تھی اور ساغر ایک اچھا دوست بن سکتا تھا۔

"اچھا میرے ساتھ چلو میرے روم میں۔۔۔ میں کپڑے تبدیل کر لوں پھر چلتے ہیں۔"

ساغر نے اپنے کپڑوں کی طرف دیکھا۔ صبح سے یہاں بیٹھے بیٹھے وہ بھی گندے ہو چکے تھے۔

”تم بھی میرے کوئی کپڑے پہن لینا۔ کچھ کپڑے ان چھوئے ہیں۔“

ساغر مسکرا دیا۔ یہ سچی مسکراہٹ تھی۔

یہ بہت بھولا ہے۔ ساغر نے سوچا۔

وہ دونوں علی کے کمرے میں آ گئے۔ علی نے کمرے میں آتے ہی الماری کھولی اور کچھ نئے کپڑے نکال کر بستر پر رکھے۔

”یہ سب نئے ہیں۔“ علی بولا۔

ساغر نے گہرے نیلے رنگ کی ایک شلوار قمیض چن لی۔

”تم بیٹھو پہلے میں فریش ہو کر چینج کر لیتا ہوں۔“

ساغر نے سر اثبات میں ہلایا۔

علی کپڑے پکڑ کر باتھ روم میں گھس گیا اور ساغر تیزی سے اٹھ کر کمرے کا جائزہ لینے لگا۔

وہ ساتھ ساتھ ہر چیز کی تصویر بھی بنا رہا تھا۔

میز پر اسے ایک بند فائل نظر آئی۔اس نے اسے کھولا اور ہر صفحے کی ایک ایک تصویر بنالی۔

وہ اپنا کام تیزی سے ختم کر کے دوبارہ بیٹھ گیا۔

علی فریش ہو کر نکلا۔اس نے گہرے جامنی رنگ کی شلوار قمیض پہن رکھی تھی۔

"تم فریش ہو جاؤ پھر نکلتے ہیں۔" علی بولا۔

ساغر نے سر ہلایا اور کپڑے پکڑ کر باتھ روم گھس گیا۔

علی باہر بیٹھا اسکا انتظار کرنے لگا۔

کسی اجنبی کو ایسے اپنے گھر میں بلانا اچھا تو نہیں۔اس نے سوچا پھر اس خیال کو ذہن سے نکال دیا۔

ساغر اچھا لڑکا ہے۔اس نے سوچا۔

چند منٹوں بعد ساغر باتھ روم سے باہر نکلا۔اسے علی کے کپڑے بالکل ٹھیک فٹ ہوئے تھے۔

دونوں کا قد اور جسامت تقریباً ایک سی تھی۔

''اچھے لگ رہے ہو۔'' علی بولا۔

ساغر مسکرا دیا۔

یہ تو آسانی سے دوست بن گیا۔ میں یوں ہی مختلف پلان بنا رہا تھا۔ ساغر نے دل میں سوچا۔

''وہ تم پر یقین کر رہا ہے۔'' یہ ساغر کے دل کی آواز تھی۔ ''اسکا یقین مت توڑنا۔'' دل نے جیسے نصیحت کی تھی۔

★★★

''بتاؤ کون ہے؟'' فلک بولا۔

شفیق کے ماتھے پر پسینہ چمک رہا تھا۔

''میں۔۔۔وہ میں تھا۔ میں نے اسکا قتل نہیں کیا۔ میں نے اسے زندہ چھوڑا تھا۔''

اسکی آواز کانپ رہی تھی۔

فلک نے غصے سے اسے دیکھ رہا تھا۔

"مٹیار گل۔" وہ طیش میں دھاڑا تھا۔

مٹیار گل بھاگتا ہوا اندر آیا۔ فلک کو غصے میں دیکھ وہ بھی ایک پل کے لئے رک گیا تھا۔

"جی جناب۔" وہ بولا۔

"اسکو حوالات میں ڈالو۔ اسکی اتنی خدمت کرو کے تمہارے ہاتھ تھک جائیں اور تھانے کا ہر ڈنڈا ٹوٹ جائے۔"

مٹیار گل نے رجب کو گھسیٹے ہوئے حوالات میں ڈالا۔

وہ معافیاں مانگتا، چیختا چلاتا ہوا باہر نکلا تھا۔

"بے شرم انسان اپنی بیٹی جیسی لڑکی کو زیادتی کا نشانہ بنادیا۔ تمہیں تو میں پھانسی تک لے جاؤں گا۔" وہ غصے میں بڑبڑایا۔

فلک نے گہرا سانس لیا اور پانی کا پورا گلاس خٹک گیا۔

کچھ دیر بعد شفیق کے رونے اور چیخنے کی آوازیں پورے تھانے میں گونجنے لگی۔

شفیق نے تو اپنے نام کا بھی مان نہ رکھا تھا۔ وہ شفیق ہوتے ہوئے بھی بھیڑیا بن گیا تھا۔

''چھوڑ دو میرے ابو کو۔'' احسان کا گلا چلا چلا کر بیٹھ چکا تھا۔

اچانک فلک کے موبائل کی گھنٹی بجی۔

اس نے جیب سے موبائل نکالا۔ کال کرنے والے کا نام سکرین پر جگمگا رہا تھا۔ کال کرنے والا ''شیر جان'' تھا۔

اس نے کچھ لمحے نمبر اور اس نام کو دیکھا۔ کافی عرصے بعد وہ کال کر رہا تھا۔

اس لڑائی کے بعد تو جیسے انہوں نے رابطہ ہی ختم کر دیا۔

وہ لڑائی۔۔۔ اسکے ذہن میں سارا منظر فلم کی طرح چلا لیکن اس نے اس خیال کو ذہن سے نکال پھینکا۔

اس نے کال اٹھائی اور فون کان سے لگایا۔

اس نے بات سنی اور کال کاٹ دی۔

''مٹیار گل۔۔۔'' فلک نے آواز لگائی۔

مٹیار پسینے میں شرابور کمرے میں داخل ہوا۔ ”جی جناب۔“ اسکا سانس بھی پھولا ہوا تھا۔

”مجھے شہر جانا ہے۔ تم اس ظالم کا بیان لکھ لو۔ احسان کو بھی ابھی چھوڑنے کی ضرورت نہیں۔ شفیق کا بیان لکھ کر اسے تھوڑا بریک دینا۔“ فلک بولا۔ ”وقتاً فوقتاً اسکی خدمت کرتے رہنا۔ میں دو تین دنوں تک واپس آجاؤں گا۔“

”جناب! کوئی ایمرجنسی ہوئی ہے کیا؟“ مٹیار نے پوچھا۔

”ہاں مٹیار۔۔۔“ فلک بولا۔ ”میرے پیچھے سب سنبھال لینا۔“

مٹیار گل نے سلیوٹ کیا اور کمرے سے نکل گیا۔

فلک اپنے کوارٹر میں آیا۔ اس نے ضروری سامان پیک کیا اور تانگہ پکڑ کر بس سٹاپ کی طرف نکل گیا۔

اسے اپنی منگیتر کو بچانا تھا۔

★ ★ ★

"یہاں پاس میں ایک چائینز ریسٹورنٹ ہے اور وہاں لوگ اوپن مائیک بھی کرتے ہیں۔" علی اور ساغر دونوں پیدل ہی ایک طرف چل دیئے تھے۔

ریسٹورنٹ پاس میں ہی تھا۔

وہ دونوں اندر آئے ایک ٹیبل بک کی اور ٹیبل کی طرف چلے آئے۔

یہ ریسٹورنٹ سرخ اور جامنی لائیٹوں سے سے سجا ہوا تھا۔ یہ دو منزلہ عمارت تھی۔ گراؤنڈ فلور پر اوپن مائیک کا اسٹیج تھا۔ (اوپن مائیک جہاں لوگ شاعری، کامیڈی اور singing کرتے ہیں۔)

"وہ دیکھو۔۔۔" علی نے اسٹیج کی طرف اشارہ کیا۔ "میں ہوسٹ کو اپنا نام دے کر آتا ہوں۔"

"اچھا ٹھیک ہے۔" ساغر ہولے سے بولا۔

ہوسٹ کسی کا نام پکار رہا تھا۔ ایک لڑکا اسٹیج پر آیا اور کوئی انگریزی گانا گانے لگا۔

علی اپنا نام ہوسٹ کو لکھوا کر واپس آچکا تھا۔

''تم نے آرڈر نہیں کیا ابھی تک۔''اس نے بیٹھتے ہوئے کہا۔''یہاں کا چکن سوپ بہت اچھا ہے۔''

''تم کیا اکثر یہاں آتے ہو؟''ساغر کا لہجہ سادہ سا تھا۔

''ہاں میں اپنے دوستوں (گرل فرینڈ) کے ساتھ آتا تھا۔''

ساغر مسکرا دیا۔

یہ اپنی گرل فرینڈ کے ساتھ آتا ہو گا۔ساغر من ہی من اداس ہوا تھا۔

ساغر اور زمان علی کی کہانی ایک جیسی تھی۔

دونوں کی کہانی ادھوری تھی۔

انہوں نے کھانا منگوایا اور کھانے لگے۔

علی، ساغر کو کوئی پرانا قصہ سنا رہا تھا۔

''یہ تھا ہمارا آج کا گانا اب مسٹر علی ہمیں شاعری سنائیں گے۔''ہوسٹ کی بھاری سی آواز علی اور ساغر کی سماعتوں سے ٹکرائی۔

''میری باری آگئی۔ میں ایک ابھرتی ہوئی شاعرہ ''نازنین'' کی نظم سنانے والا ہوں۔'' علی نے بتایا اور اسٹیج کی طرف چلا آیا۔

سب لوگ خاموش ہو گئے۔ سپاٹ لائٹ علی کے اوپر تھی۔

''ہیلو کیسے ہیں آپ سب۔'' علی کرسی پر بیٹھا ہوا تھا۔ ''یہ نظم میں نے کہیں سنی تھی اور میں اس سے کافی relate کرتا ہوں۔''

''گو علی!'' ساغر نے بلند آواز میں اسے چیئر اپ کیا۔

علی کی آواز گونجی اور وہ نظم سنانے لگا۔

کتنے گہرے غم ہیں بتا نہیں سکتے
مسکراتے ہیں ہم ورنہ چھپا نہیں سکتے

تنہائیوں میں رکھا ہے سب رونے رلانے کا معمول
ورنہ محفلوں میں یوں آنسو بہا نہیں سکتے

(دور کہیں میرب اپنے کمرے میں بیٹھی مسلسل آیان کے متعلق سوچ رہی تھی۔ اسے علی بھی شدت سے یاد آرہا تھا۔ اس نے تین چار مرتبہ علی کو کال کرنے

کا سوچا لیکن پھر خود کو روک لیتی۔ وہ آیان کے متعلق تنزیلہ کو بتانا چاہتی تھی لیکن وہ ڈر رہی تھی کہیں آیان ان دونوں کو کسی قسم کا نقصان نہ پہنچادے۔

کاش میں یہ رشتہ کبھی قبول نہ کرتی۔ کاش علی کو معاف کر دیتی۔اس نے سوچا لیکن اب حالات بدل چکے تھے۔ ناجانے اسکی زندگی میں کیا ہونے والا تھا۔)

بڑی پوشیدگی سے عشق روح میں عمل کرتا ہے

ہم آنکھوں سے محبت جتا نہیں سکتے

ازل سے لپٹے رہے جذبات مجبوریوں میں

ہم کھلے عام تم کو چاہ نہیں سکتے

(صلومی اور کمیل موتی منزل کے ڈائننگ روم میں کھانا کھا رہے تھے۔ لمبا میز مختلف لوازمات سے سجا ہوا تھا۔ میرب دونوں کو کھانا ڈال کر دے رہی تھی۔ صلومی نے ہر چیز تھوڑی تھوڑی چکھی تھی۔ وہ کھانے کی شوقین جو تھی۔

خالہ صنم نے ناخانے اپنی زندگی کا کون کون سا قصہ انہیں سنا دیا تھا۔

میرب نے بھی بہت ساری باتیں کی تھیں۔ کمیل صرف ہوں ہاں کر رہا تھا کبھی کسی بات میں اپنی رائے بھی دے دیتا لیکن زیادہ تر وہ خاموش ہی تھا۔

میرب نے خاص طور پر اپنے ہاتھوں سے انکے لئے پاستہ بنایا تھا۔ کمیل نے اسکی تعریف کی تو وہ اپنی مما کے سامنے شوخی بگاڑنے لگی۔

خالہ صنم نے انکی جوڑی کو سلامت رہنے کی دعا کتنی ہی بار دے دی تھی۔ وہ بار بار دونوں کو دیکھ کر ماشاءاللہ کہتیں۔

"صلومی کسی دن امی کو بھی لانا۔" صنم خالہ نے کہا تھا اور دو تین بار کہا تھا۔)

کچھ تو غفلت اس عمر کی بھی تھی

کچھ تو غلط میرا چُپ رہنا بھی تھا

اب سارا الزام نصیب پر تو ڈال نہیں سکتے

(فلک بس میں سوار ہو چکا تھا۔ اس نے شیر جان کو دوبارہ کال کر کے تمام تفصیلات سنی تھیں۔ اسے اپنی محبت، اپنی محبوب منگیتر کو اس کیس سے نکالنا تھا۔

اسے یقین تھا کہ اسے اس قتل کیس میں پھنسایا جا رہا ہے۔ وہ ایسی لڑکی نہ تھی کہ کسی کا یوں قتل کر سکے۔ اسے یقیناً کوئی پھنسا رہا تھا۔ لیکن کون؟)

رب دلوں میں عشق ڈال کر صحیح ہی آزماتا ہے
ایسے خالی دل تو ہم اسکے قریب جا نہیں سکتے
وہ لیکر ایک شخص کو ساری دنیا عطا کر دیتا ہے
ہم ساری دنیا پا کر بھی اُس ایک شخص کو بھلا نہیں سکتے

ساغر مسکرا رہا تھا۔ں ظم ختم ہوتے ہی خاموشی ٹوٹی اور ہر طرف تالیوں کی آواز گونجنے لگی۔

بہت سے لوگ اس نظم سے اپنی کہانی کو جوڑ چکے تھے۔

علی کی ایک آنکھ سے ننھا سا آنسو نکلا اور نیچے گر کر لکڑی میں جذب ہو گیا۔

"واہ۔۔۔ تمہاری آواز میں جو درد تھا۔ وہ یہاں تک محسوس ہو رہا تھا۔" ساغر نے اپنے دل پر ہاتھ رکھ کر کہا۔

''مجھے لگتا ہے تمہارا بریک اپ ہوا ہے حال ہی میں۔(لگتا نہیں مجھے معلوم ہے۔) مجھے تمہاری کہانی جاننی ہے۔اگر تم سنانا چاہو تو۔''

ساغر کا مقصد صرف زمان علی پر نظر رکھنا تھا۔دوستی کر کے ساتھ ساتھ رہنے سے بہتر کیا ہو سکتا تھا۔اس لئے وہ اسے قریب ہو رہا تھا۔اچھا دوست بننا چاہ رہا تھا۔

''اسکا دل پہلے ہی ٹوٹا ہوا ہے۔تم مزید مت توڑنا۔ تمہیں بھی زخمی دل ہونے کا اندازہ ہے۔'' یہ ساغر کے بے چارے زخمی دل کی پکار تھی۔

''پھر کبھی سہی۔'' علی نے ساغر کو ٹالا۔

ساغر جانتا تھا کہ علی خود اسکو اپنی کہانی سنائے گا۔

''چلو ایک تصویر بناتے ہیں۔'' ساغر نے جیب سے موبائل نکالا۔

وہ دونوں میز کے سامنے کھڑے ہو گئے۔سرخ اور جامنی روشنی ان دونوں پر پڑ رہی تھی۔

ساغر نے سیلفی بنالی۔

یہ ثبوت تھا۔ جہان عاکف کے لئے۔ وہ ہمیشہ ٹارگٹ کی دور سے تصویریں بناتا تھا لیکن اس بار ٹارگٹ اسکے باکل قریب تھا۔

اس بار کچھ الگ ہوا تھا۔

ساغر کے نتھنوں سے علی کی میٹھی سی پرفیوم کی خوشبو ٹکرائی۔

اس نے ایک نظر علی کو دیکھا۔ کیا یہ ٹوٹے دل کی خوشبو ہے۔ اس نے سوچا۔

★★★

رات گہری ہو رہی تھی۔

جہان اپنے آفس میں رکھے سائیڈ صوفے پر بیٹھا تھا۔

اسکے چہرے پر سنجیدگی تھی۔

اس نے اپنا موبائل نکالا اور انسٹا گرام کھولا۔ اس نے آج صبح ہی انسٹا گرام ڈاؤن لوڈ کر کے نیا اکاؤنٹ بنایا تھا۔

اس کے اکاؤنٹ کا نام ''thethridguy'' تھا۔ یہ فیک اکاؤنٹ تھا۔ اسے نہ تو ترکش ماڈل پسند تھے نہ پھول لیکن اس نے اس اکاؤنٹ کو ایسے بنایا تھا کہ کسی کو اس پر شک نہ ہو سکے۔

ہاں یہ اکاؤنٹ جہان نے میرب کے لئے بنایا تھا۔ ایک فیک اکاؤنٹ۔

آخر کیوں؟

ایک اور راز۔

ایک اور کہانی۔

★★★

جاری ہے